

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

طہرہ کے نام تیسرا خط

نکاح - طلاق - تعدد ازدواج

نہیں طہرہ اور حیوان اور انسان کے بینے میں بڑا فرق ہے۔ حیوان کا بچہ اپنی جبلی خصوصیات (INSTINCTS) کے پرداہوتا ہے جو تربیت سے بدلتے نہیں سکتیں۔ اگر کسی کتنے کے پلے کو پرداہوتے ہی، جب اس نے ہٹوں اپنی آنکھیں بھیڑ کھولی ہوں، بکھری کے ہٹنوں سے چیکا دیا جائے اور وہ اس کی گود میں پرورش پائے۔ تو اس تبدیلی کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ وہ کتنا ہی رہے گا اور کتابن کر ہی بڑا ہوگا۔ اس میں تمام خصوصیات کتنے کی ہی ہوں گی، بکھری کی ایک خصوصیت بھی نہیں ہوگی۔ اس کی جستیت پر نہ بکھری کا دُو دھاٹ کرے گا، نہ بکھری کے پتوں کے ساتھ کھیلنا۔ دور کیوں جاؤ! تم نے اپنی مرغی کی نیچے بٹھ اور مرغی دونوں کے انڈے لے کر تھے۔ بچہ دیکھا تھا کہ اس کا نیچہ کیا لکھا تھا؟ انڈوں سے مرغی اور بٹخ کے بینے نکلے اور سب کے سب مرغی کے پروں کے نیچے پرداں چڑھے۔ لیکن جب پہلی مرغی پانی سلانے آیا۔ تو تم نے دیکھا تھا کہ بٹخ کے بینے کس طرح اڑ کر پانی میں جا ٹھہر لئے اور مرغی بیچاری پانی کے کنارے ان کامنہ سکھی رہ گئی تھی۔ اس وقت اس کا اضطراب دیکھنے کے قابل تھا۔ لیکن بٹخ کے پتوں کو اس کا احساس نہیں بھیڑ تھا کہ ان سے کوئی اضطراب انگیز حرکت سرزد ہو گئی ہے۔ ان کے بر عکس، مرغی کے بینے پانی کے قریب بھی نہیں ٹھکنے تھے۔ مرغی کی پرورش اور چزوں کی رفتار نے بٹخ کے پتوں پر ذرا بھی توازن نہ کیا۔ نہ اُس وقت اثر کیا اور نہ ہی ساری عمر اثر کر سکتے ہیں۔ بٹخ کے بینے بڑھ ہی رہتے ہیں۔

برخلاف اس کے، ایک گنوار عورت کے بینے کو پرداہوتے ہی کسی علمی گھرانے میں بھیجا دا اور علمی گھرانے کے بینے کو گنوار عورت کے پرداہ کر دو۔ تم دیکھو گی کہ گنوار عورت کا بچہ مہذب اور تائستہ بن کر اٹھے گا، اور اس علمی گھر ان کا بچہ پا سکل گنوار اور وہ قان بن جائے گا۔ داس میں شہر نہیں کہ بتوں پر بعض اثرات موروثی بھی ہوتے

ہیں لیکن تعلیم و تربیت اور ابتدائی ماحدل کے اثرات موروثی اثرات پر غالب آ جاتے ہیں۔ یوں بھی، جنہیں ہم موروثی اثرات کہتے ہیں وہ درحقیقت سوسائٹی (معاصرہ) ہی کے اثرات ہوتے ہیں جو مجموعی طور پر (ACCUMULATIVELY) تلا بعد نسل آگے منتقل ہوتے چلے آتے ہیں۔ تعلیم و تربیت کے اثرات کا تدویر عالم ہے کہ ایک شیعہ ماں باپ کے بیچے کوستیں کے ہاں پورش پانے دو۔ وہ سینوں کے عقائد کے کمر بڑا ہو گا۔ حتیٰ کہ پندوؤں کے بیچے کو مسلمان گھرانے کے پروگر کردہ دوئے وہ انہی جیسا مسلمان بن جائے گا۔ یہ ہمارا دوسرہ کام شاہد ہے جس کے لئے کسی نظری بحث کی ضرورت نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان کا بچہ (وجوان کے بیچے کی طرح) بنا بنتا پیدا نہیں ہوتا وہ وہی کچھ بن جاتا ہے جو اس کا ابتدائی ماحدل، تعلیم اور تربیت اسے بنادے۔ لہذا جو قوم یہ چاہے کہ اس کے ائمے والی نسل، انسانیت کی درخشندہ صفات کی حامل ہو، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے اسی قسم کا ماحدل پیدا کرے۔ بیچے کا ماحدل وہ گھر ہونا ہے جس میں وہ پیدا ہوتا ہے اور پورشی پاتا ہے اور اس کی تربیت کا کہوا رہ اس کی ماں کی آنکش ہوتی ہے۔ میں اس خط میں تفصیل میں جانا نہیں چاہتا درست تہیں مثالیں دے کر سمجھانا کہ علم تجزیہ نفس (PSYCHO - ANALYSIS) کے ماہرین کس طرح اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بیچے نے اپنی مستقبل ماں کی آنکش کی زندگی میں جو کچھ بنتا ہوتا ہے وہ بنیادی طور پر، اپنی عمر کے ابتدائی دو تین سال میں چکتا ہے۔ داکٹر جنگ (JUNG) کا تو یہاں تک کہتا ہے کہ اسکے کیزے تحریر کی بنیاد میں اس عمر میں استوار ہو جکتی ہیں جب وہ ہنوز بولنا بھی نہیں سکتے۔ اس عمر میں وہ نہایت خاموشی سے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس ماحدل کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے جس میں وہ پورش پاتا ہے۔ اس کے بعد اس کی زندگی کی عمارت انہی بنیادوں پر تعمیر ہوتی ہے۔ لہتا بیچے کی زندگی کے بناؤ اور بگار کا پیشہ انسار اس کے ماحدل پر ہوتا ہے اور اس کے ماحدل کا انسار ہوتا ہے اس کے ماں باپ کے باہمی تعلقات پر بلکہ یوں سمجھتے کہ یہ ماحدل تربیت پاتا ہے میاں اور بیوی کے باہمی تعلقات سے۔

میاں بیوی کے باہمی تعلقات یہ وجہ ہے کہ قرآن، سیاں اور بیوی کے تعلقات کی خواہی کو عائلی دھر کی زندگی کی بنیاد فرار دیتا ہے۔ اس سے دفتر ایک جوڑے کی زندگی ہی مسترون کے جھوٹے جھولتی آگے بڑھتی ہے بلکہ ان کے بیچے، اس مساعد (موافق) ماحدل میں پورش پاکر، اپنی ملت کے لئے باعث فخر اور انسانیت کے لئے وجہ سعادت بننے میں قرآن

یہ کہتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات اسی صورت میں خشکوار رہ سکتے ہیں، جب ان دونوں میں مزانح، خیالات، مقاصد کی ہم آہنگی اور راستے اور منزلہ کی بھانیت ہو۔ اس قسم کے قلب و نکاح کی ہم آہنگی اور یک زنگی رکھنے والے مرد و عورت کا یہ باہمی عہد کہ ہم دونوں مل کر ایک ایسا متوازن اور خشکوار ماحول پیدا کریں گے جس میں پروارش پاکہ ہمارے پئے شرفِ انسانیت کا حسین پیکر بن کر پروان چڑھیں، قرآن کی اصطلاح میں نکاح کہلاتا ہے۔ نکاح کے لفظی معنی ہے ایک دوسرے میں اس طرح جذب ہو جانا جس طرح پروارش کے قدرے وین میں جذب ہو جاتے ہیں (مَكْتَهُ الْمَطْلُ الْأَنْصَنْ)، یا یوں گھل مل جانا جس طرح آنکھوں میں نیند گھل جاتی ہے (مَكْتَهُ النَّعَاسُ عَلَيْهِ)، وہ اس قسم کا معاہدہ کرنے والے جو طے میں سے ایک کو دوسرے کا زوج قرار دیتا ہے اور رجیا کرے میں پہلے خط میں لکھ چکا ہوں (زوج کے معنی میں 'COMPLEMENT'، یعنی جس کے بغیر دوسرے کی تکمیل نہ ہو سکے۔ میاں کی تکمیل بیوی سے اور بیوی کی تکمیل میاں سے۔ ان میں ایک کو بھی نظر انداز کر دیا جائے تو دوسرا نامکمل رہ جائے۔ جس طرح کسی کھاڑی کا ایک پہنچہ خراب ہو جائے تو دوسرا خود بخوبی کار ہو کر رہ جاتا ہے، یہ دونوں پئے ایک دوسرے کے زوج ہوتے ہیں۔)

نکاح | یہ تحقیقت ہے کہ وہ عاملی معاہدہ نکاح جس میں فرقین میں قلب و نکاح کی ہم آہنگی ہو جتنی ماحول کا ضامن ہوتا ہے اور جس میں اس قسم کی ہم آہنگی اور توافق نہ ہو اس کا تعبیر جہنم کا عذاب ہوتا ہے۔ قرآن نے جامع انداز میں بیان کی ہے۔ اس نکستہ کو میں سابقہ خط میں لکھ چکا ہوں۔

نکاح کی عمر | ظاہر ہے کہ اس قسم کا تعلق جس کی بنیاد ہم آہنگی، فکر و نظر اور یک زنگی خیالات و تصویرات پر ہو، تراضی مایین (دونوں کی رضامندی) MUTUAL AGREEMENT ہی سے پیدا ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے نکاح کو معاہدہ سے تعبیر کیا ہے۔ (وَأَخَذُنَ مِثْكُمْ وَمِثْقَاتًا غَلِيلًا) معاہدہ کی پہلی شرط یہ ہوتی ہے کہ فرقین بالغ ہوں، تا بالغ کا معاہدہ و رخواہ اختناہ ہی نہیں ہوتا۔ اسی لئے قرآن کی رو سے صغری نکاح کا نکاح نکاح ہی نہیں ہوتا۔ قرآن نے تو بلوغت کے معنی معاہدہ کی دوسری شرط یہ ہوتی ہے کہ وہ بلا جبر و اکڑاہ و فرقین کی پسندیدگی کے مطابق ہو۔ اسی لئے ایک مردوں سے کہہ دیا کہ فَاتِكُمُ حُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (۱۷) عورتوں میں سے جو مہیں

پسند ہوں ان سے نکاح کر دو۔" اور دوسری طرف عورتوں کے متعلق کہہ دیا کہ لَوْيَحِلُّ لَكُمَانْ
تَرْثُوا النِّسَاءَ كُنْهَا طَاهِرٌ، "تھارے لئے قطعاً جائز نہیں (حلال نہیں) کہ تم عورتوں کے زبردستی
مالک بن جاؤ۔"

لہذا نکاح نام ہے ایک بالغ مرد اور ایک بالغ عورت کے برصاد و غبہت پاہی معاہدہ کا کہ ہم ایک
دوسرے کے رفیق بن کر، ان تمام حقوق و فرائض کا احترام کرتے ہوئے جو قرآن نے حائد کئے ہیں، سکون و
محبت اور ہم آنہنگی دیکت لگھی کی زندگی برکرے ہیجے اور اس طرح معاشرے میں ایک ایسا خوشگوار محل
پیدا کرے ہیں جس میں پر درش پاکہ ہماری آئندہ نسل، متوازن شخصیت کی حامل اور شرف انسانیت
کی پسکر بنتے۔ اگر ان میں سے ایک شق کی سبھی کمی ہو تو وہ نکاح کا تعلق نہیں رہتا، حصن جسی احتلاط کا
طبعی BIOLOGICAL ذریعہ رہ جاتا ہے۔ ان دونوں قسم کے تعلقات میں جو بنیادی فرق ہے، اس کی تصریخ خود قرآن
نے کر دی ہے۔ اس نے کہا ازدواجی تعلق کا مقصد ہے (مُحْصِنِينَ عَنْ مُسَافِرِينَ طَاهِرٍ)،
قرآن کا یہ انداز بڑا بلیغ ہے کہ وہ ایک بات کی وضاحت اس کی مستضنا و بات کو سلے منے رکھ کر کر دیتا
ہے۔ اس نے کہا ہے کہ ازدواجی تعلقات کا مقصد مُحْصِنِینَ ہے مساقین نہیں ہے۔ یہاں محسنین
کی وضاحت مساقین نے کر دی ہے۔ سقع (جس سے مساقین بناتے ہیں) کے معنی ہیں بہانہ (OUR POURING)
اور حسن کے معنی ہیں اپنے آپ کر پابند ہوں ہیں رکھنا۔ اگر ان پابندیوں کو ملاحظہ نہیں رکھا جاتا جن کی بنیادوں پر
رشتہ نکاح استوار ہوا تھا تو وہ نکاح نہیں رہتا امراض شفیع رہ جاتا ہے۔ (آمید ہے تم قرآن کے اس استوار
سے بات سمجھ گئی ہو گی)

اپ اس سے آگے بڑھو۔ جب نکاح کا مقصد پاہی رفاقت و مؤقت کی زندگی بس کرنا اور اولاد
کے لئے ایسا ماحول پیدا کرنا ہے جس میں ان کے جو ہر انسانیت بالیہ کی حاصل کر لیں، تو ایک بھروسی کی موجودگی
میں دوسری بھروسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سے رفاقت و مؤقت تو ایک طرف، سارا گھر جہنم میں تبدیل

لئے عمرلوں میں قرعہ اندازی تیروں کے ذریعے کیا کرتے تھے۔ وہ باقی تیروں کے ساتھ ایک تیر ایسا بھی پھینکتے جس
کے ساتھ کوئی حصہ وابستہ نہیں ہوتا تھا۔ یعنی (BLANK) اس تیر کو اسیفع کہتے تھے۔ یعنی جو تیر کی طرح لگے تو فرد
لیکن تیجہ کچھ مرتباً نہ ہو۔ اس آیت سے دیگر مفہوم کیا پیدا ہوتے ہیں ان کے ذکر کرنے کا یہ موقع نہیں۔

ہو جاتا ہے۔ دوسری بیوی کا سوال اس وقت پیدا ہو سکتا ہے جب پہلی بیوی فوت ہو جائے داود

یہ لفظیں ہو کہ دوسری بیوی سے اولاد کے لئے نامادر ماحول نہیں پیدا ہو جائے گا۔

یا ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن میں معاہدہ نکاح فرع ہو جائے رجسے طلاق کہتے

ہیں اور جس کا تفصیلی ذکر ذرا آگے چل کر آتا ہے، چنانچہ قرآن نے طلاق کے ضمن میں یہ کہا ہے کہ (قرآن) اُمَّهٗ دُقَعَةً أَسْتَبِدَّ أَلَّا رُؤْجُوجَ مَكَانَ رُؤْجُوجَ... (بڑا)، اگر تم پہلی بیوی کی وجہ دوسری بیوی لانا چاہو تو۔۔۔“

اس سے ظاہر ہے کہ دوسری بیوی پہلی بیوی کی وجہ ہی اسکی ہے اسکی موجودگی میں نہیں اسکتی۔

میں یہ لکھ رہا ہوں اور اس کے ساتھ ہی اس اضطراب کا بھی اچھی طرح اندازہ کر رہا ہوں جو ان سطور کے پڑھنے سے تھا رے دل میں تلاطم خیز ہو گا۔ تم لفظیاً کہو گی کہ میں یہ دنیا چہاں سے زالی بات، کیا کہہ رہا ہوں؟ مسلمانوں میں چار بیویوں تک کی اجازت "اسلام کے مسلمات" میں سے ہے۔ گذشتہ زمانہ کو حضور، اس وقت بھی لاکھوں گھرانے ایسے میں چہاں ایک شہر کی ایک سے زیادہ بیویاں ہیں اور ان گھرانوں میں بڑے بڑے مقدس خاقوادے بھی شامل ہیں۔ پھر میں سن کر کہہ دیا کہ ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری بیوی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

تم بھی سمجھی ہو ظاہرہ! اور میں بھی سمجھا۔ تم یہ کہہ رہی ہو کہ مسلمانوں میں ایک وقت چار بیویاں کر لینے کا معمول ہے اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ قرآن کی رو سے معمولاً ایک وقت میں ایک ہی بیوی کی اجازت ہے۔ اب تم پوچھو گی کہ مسلمانوں میں ایک وقت میں دو دو تین تین، چار چار، بیویاں کر لینے کا معمول کیسے ہو گیا؟ یہ بھی سچن لو۔

قرآن میں صرف ایک جگہ ایک سے زیادہ بیویوں کا ذکر آتا ہے اور وہ ہے سورہ نساء کی تیسرا آیت، اس سوچہ کی دوسری آیت میں ہے:-

وَأَتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تُمْتَدِّدُ لِوَاخْدِيَّتٍ ۖ لُوَا الْخَدِيَّتٍ ۖ مَحْلِلَّاتٍ عَمُوا الْمُهُمْ
إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ ۖ إِذَا نَكَّلْتُمْ ۖ حُوَّلَّا كِبِيرًا ۚ (۱۵)

"یعنی جو بچے تیم رہ جائیں اور ان کی کوئی جائیداد ہو تو ان کے اس مال کی حفاظت اس طرح کرو جس طرح تم اپنے بچوں کے مال کی حفاظت کرتے ہو۔ پھر جب وہ بڑے ہو جائیں تو ان کی اہانت ان کے سپرد کے دوسرے پر نہ کر و کہ ان کی اچھی اچھی چیزوں اپنی حکمتی چیزوں سے بدل لو۔ ان کے اموال میں کسی قسم کی دست

تعدد داڑ و دواج

تیسرا خط

اندازی کرنے بڑھی ہی بے انصافی کی بات ہے۔

یہ ہے سورہ نسار کی دوسری آیت۔ اس کے بعد میری آیت یہ ہے:-

وَإِنْ خَفْتُمُ الَّذِي تُقْسِطُوا فِي الْأَيْمَانِ فَإِنْ كِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ
مَتَّعُوهُنَّا وَلَدُثَّ وَرُبَّعٌ (۱۰)

اس آیت کا الفعلی ترجیح یہ ہے:-

”اگر ہمیں ڈر ہو کہ تم تیمور کے بارے میں انصاف نہیں کر سکو گے تو تم دو دو، یعنی میں، چار، چار عورتوں سے جو ہمیں پسند ہوں نکاح کسکئے ہو۔“

یہاں سے ایک بات تو بالکل واضح ہے کہ ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت شرط (CONDITIONAL) بنیادی شرط اے کہ سکو گے تو ایسا کر سکتے ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ اس شرط سے مفہوم کیا ہے؟ اس مفہوم کی طرف سورہ نسار نے خود ہی اشارہ کر دیا ہے۔ اس سورہ کے شروع میں تیمور اور عورتوں سے متعلق احکام اور ترکہ و دستیت کے فرائین درج ہیں۔ اس کے بعد جنگ سے متعلق امور کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ تم فراسوچ کر مسلمانوں کی مختصر سی جماعت کو بھرت کے بعد، سات اٹھ سال کے عرصہ میں سے پہلے شمار لٹا ایسا لڑکی پڑیں۔ اس کا لازمی تبیہہ تھا کہ ان کی جماعت میں مردوں کی کمی ہو جائے اور ہمیشہ عورتوں اور تین بچوں کی تعداد غیر معمولی طور پر پڑھو جائے۔

اس مقام پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارے ہاں تین کا فقط صرف ان بچوں کے لئے بولا جاتا ہے جن کے ماں باپ دیا صرف باپ، مر جائے ہیں۔ لیکن عربی زبان میں یہ لفظاً یہ بچوں کے لئے بھی بولا جاتا ہے افادان کے باقی ہی ان عورتوں کے لئے بھی، جو خادندہ مل سکنے کی وجہ سے تھنارہ جائیں۔ لہذا اس آیت میں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ ”اگر ہمیں خدا شہ ہو کہ تم تیمور کے مسئلہ کا منصافانہ حل نہیں کر سکو گے“ تو اسے مراد بن باپ کے نتھے اور ایسی عورتیں ہیں جو بلا خادندہ کے ہوں، خواہ دہ بیوہ عورتیں ہوں اور خواہ ایسی بالغ لڑکیاں

لئے مانکا کاب لکھو جن النسَاءَ کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تم ان عورتوں میں سے جو تکھارے نکاح میں آنا چاہیں نکاح کر سکتے ہو۔

ظاہرہ کے نام

جنہیں خادمِ میراث آسکا ہو۔ اس کے بعد آگے بڑھو۔ مدینہ کی ابتدائی زندگی میں مسلسل جنگوں کی وجہ سے اس قسم کی پنگاہی حالت پیدا ہو گئی تھی۔ جس میں اس فتنہ کے پھوٹوں اور عورتوں کی تعداد میں بڑا اختلاف ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ، مکتب سے مسلمان عورتیں، اپنے غیر مسلم خادموں کو چھوڑ کر مدینہ میں پناہ لینے کے لئے چلی آ رہی تھیں۔ ان حالات میں ایک مختصر سے معاشرے میں ان یتیموں اور بیواؤں کی موجودگی ایک اہم تمدنی مسئلہ تھیں۔ ان حالات میں ایک SERIOUS SOCIAL PROBLEM () بن گیا تھا۔ جس کا تسلی بخش حل نہایت ضروری تھا۔

اگر سوال صرف خردرونوش تک کا ہوتا تو اس کے کئی حل سوچے جاسکتے تھے۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ اس اور نوجوان بیواؤں کے DISPOSAL کا تھا۔ اس کے لئے غیر معمولی تدبیر اختیار کرنے کی ضرورت تھی، بالآخر اس لئے کہ ان عورتوں کی شادی اپنی چاعت سے باہر نہیں ہو سکتی تھی۔ مسلمان عورتوں کی شادی نہ مشکن یقین قائم کے ساتھ جائز تھی اور نہ ہی پیغمبر و نصاریٰ کے ساتھ یہ تھے وہ پنگاہی حالات جن کے لئے مندرجہ صدر راہ نمائی ملی۔ یعنی اگر تم دیکھو کہ حالات لیے پیدا ہو جچے ہیں کہ ”یتیموں“ کا مسئلہ اس طرح حل نہیں ہو سکتا کہ ان کے تمام حقوق اور تعاضوں کو کماحتہ پورا کیا جائے تو پھر اس کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایک مرد، ایک سے زیادہ عورتوں کی کفالت اور نیکہداشت اپنے ذمے لے لے اور اس طرح معاشرہ کو ان خدا بیویوں سے بحالیا جائے جو نوجوان عورتوں کو بلا سرپست اور یتم بھوٹوں کو بلاوارث چھوڑنے سے پیدا ہو سکتی تھیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اس کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھ لو کہ اس سے کہیں کہاے گھر کا توازن تو نہیں گھر طجائے گا۔ اگر اس کا اندیشہ ہو تو پھر اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت کے ساتھ ہی ہے۔ (فَإِنْ خِفْتُمُ الَّهَ تَعَالَى دُوَافِوَاحِدَةً۔ د ۷۶) ”اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم عدل قائم نہیں رکھ سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی رہے گی۔“

یہ ہے عربیہ اسارے قرآن میں تعدد ازدواج (ایک سے زیادہ بیویوں) سے متعلق آیت اور یہ ہے اس کا پس منظر۔ اس کے بعد تم خود ہی سوچو کہ جس طرح مسلمان و هڑا و هڑا شادیاں کرتے ہیں، قرآن سے کسی طرح بھی ان کے جذباتی شکل ملک سکتی ہے؟ ان کے ہاں کوئی شادی بھی الیسی ہوئی ہے جس میں قرآن کی شرط (إِنْ خِفْتُمُ الَّهَ تَعَالَى دُوَافِوَاحِدَةً فَلَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى۔۔۔۔) اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں

لئے اس مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے چوتھا خط دیکھئے۔

انصاف نہیں کر سکو گے تو ایک سے زیادہ بیویاں کر سکتے ہو کا کہیں شائیر تک بھی ہواں آیت کی امر میں عام حالات میں، بلا مشرط، تعدد ازدواج کا جائز پیدا کرنا، قرآن کی کھلی ہرنی تکذیب نہیں تو اور کپاہے؟ کسی سے پوچھو تو وہ کہہ دیتا ہے کہ صاحب امیسے ہاں اولاد نہیں تھی اس لئے میں نے دوسری شادی کرے لی۔ کوہا اللہ میاں نے انہیں مختلف طہرہ را تھا کہ تم کو فرزندانِ ادم کی تعلو میں اضافہ کر کے مرنے ہے اور کہہ دیا تھا کہ اگر ایسے ہی ہمارے ہاں آجائے گے تو تمہیں جہنم میں بھیج دیا جائیگا اس کے برعکس خدا نے خود کہہ دیا کہ اولاد قانون طبعی کے مطابق پیدا ہوتی ہے کسی کے ہاں لڑکا، کسی کے ہاں لڑکی، کسی کے ہاں بڑکے لڑکیاں و دنوں۔ اور کسی کے ہاں اولاد ہوتی ہی نہیں۔ **يَعْجَلُ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَ عَنْ قَيْمَةِ دَارِهِ** بعض کہہ دیتے ہیں کہ صاحب ابیوی دائم المرض بھی اس لئے دوسری شادی کر لی ہے۔ یعنی ان کے نزدیک رفاقت سے مفہوم یہ ہے کہ جب تک رفیقِ مذہرست رہے، اسے ساتھ رکھا جائے اور جب وہ بیمار ہو جائے تو اسے جسمِ رسید کرو دیا جائے۔

لیکن اس قسم کے عذرات بھی دخواہ وہ کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں، اس طبقے کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں جو سمجھتا ہے کہ انسانی معاملات کے لئے کوئی نہ کوئی وجہ جاز ہونی ضروری ہے۔ مذہب پرست طبقہ کسی عذر کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ اس کا جواب صاف ہے کہ جب مذہب نے چار بیویوں کی اجاز دے رکھی ہے تو اس سے بڑھ کر اور کون سی وجہ جاز چاہی ہے؟ چنانچہ اس طبقے کا حال یہ ہے کہ پہلے چار تک کی تعداد پوری کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد ان میں سے کسی ایک کو طلاق دے کر جگہ غالی کسلی جاتی ہے اور پھر غالی جگہ ایک نئی نویلی دلہن سے پُر کر لی جاتی ہے۔ اس طرح نکاح اور طلاق کے احکام کی پابندی سے ثواب بھی ملتا رہتا ہے اور چار بیویوں کی تحدید بھی قائم رہتی ہے۔ **وَمَا يَنْهَا دُعْوَةُ إِلَّا أَنْفَسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُونَ هُوَ الَّذِي قَاتَلَهُمْ وَ إِنَّ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ مِنَ الْأَنْوَارِ مَا يَرَوْنَ وَ مَا لَا يَرَوْنَ** جو والی جماعت کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، مگر ان کا یہ دھوکا خداونپسے آپ کو ہوتا ہے اور وہ اس بات کو سمجھتے نہیں۔

بہر حال اس حقیقت کو ایک بار پھر سمجھو دکہ قرآن میں ایک سے زیادہ بیوی کی اجازت کے سلسلہ میں صرف وہی آیت ہے جسے میں نے اپنے درج کر دیا ہے اور جو ایک اجتماعی مسئلہ کے حل کے لئے بہنگاہی تفسیر کے طور پر آئی تھی۔ اس بات کا فیصلہ کہ اس قسم کے حالات پیدا ہو جکے ہیں جن میں قرآنی منشار کے مطابق

تعدّی ازدواج ضروری ہو گیا ہے، معاشرہ کے کرنے کا ہو گا، زکہ افراد کے از خود کرنے کا۔ لہذا جہاں تک افراد کا تعلق ہے، اپنے طور پر ایک سے زیادہ بیوی کرنے کی اجازت کہیں نہیں۔

اب ایک قدم اور اگے بڑھو۔ یہ تم نے دیکھ لیا کہ قرآن کی رو سے نکاح کی غایت رفیقانہ زندگی بسر کرنا ہے۔ جب تک رفاقت موجود ہے، نکاح کا مقصد پورا ہو رہا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہو گا کہ الگ الیے حالات پیدا ہو جائیں کہ میاں بیوی میں کسی وجہ سے رفاقت نہ ہے اور نہ ہی اس کے پیدا ہونے کی امید ہو، تو پھر کیا ہو؟

پھر کیا ہو؟ - علیحدگی۔ اور کیا ہو؟ متفاوض عناصر کو زبردستی جھٹکے رکھنے کا نتیجہ سوائے فاوکے طلاق [قرآن کی اصطلاح میں طلاق ہے۔ یعنی معاهدہ کی پابندیوں سے آزاد ہو جانا۔ لیکن قرآن نے جس طرح معاهدہ کرنے کے لئے اتنی تاکید کی ہے کہ یہ قدم وینی بلا سوچے سمجھے نہ اٹھایا جائے میلکہ نہایت تھنڈے دل سے، تمام احوال و ظروف پر اچھی طرح عند کر کے سمجھو سوچ کہ معاهدہ کیا جائے۔ اسی طرح اس نے فتحِ معاهدہ کے لئے بھی ایسی ہی تاکید کی ہے کہ یہ فیصلہ بھی نہایت تھنڈے دل سے سب کو سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے۔ قرآن کے نزدیک عالمی زندگی کا مستہلہ اس قدما ہم ہے کہ اس نے فتحِ نکاح کے طرق کی جزوی شکنی خود ہی متعین کر دی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ الگ میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے تو انہیں چاہئے کہ باہمی افہام و تفہیم سے معاملہ کو شلچاہیں لیں اگر بات اس سے اگے بڑھو جائے اور اختلاف کشیدگی کی صورت اختیار کر جائے تو پھر قرآن اس معاملہ کو اپنی دونوں پر نہیں چھوڑ دیتا۔ بلکہ اسے ایک اجتماعی، تمدنی مستلزم بنا کر معاشرہ سے کہتا ہے کہ تم اسے شلچانے کی کوشش کرو۔ وَإِنْ خَفَثَمُ شَفَاقَ بَلِّيْلِيْمَا۔ داگر تہیں خدشہ ہو کہ میاں بیوی میں تفرقة پڑ جائے گا، فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهِمَا جَرَوْتہیں چاہئے کہ ایک ثالثی بورڈ مقرر کر دیں کا ایک محترم شوہر کے گھرانے کا ہو اور ایک محترم بیوی کے خاندان سے، انْ تِرْمِيْدَا اَصْدَحْتَ اِنْوَرْ قِيقَةَ اللَّهُ بَلِّيْلِيْمَا (۱۰۷)، داگر یہ پنج اصلاح حال کی کوشش کریں گے تو خدا کا فاتون ان کی موافقت کی شکل کر قائم رکھے گا، یہ نکہ مقصود باہمی اختلاف کو رفع کر کے موافقت پیدا کرنا ہے زکہ پر کوشش کرنا کہ ان کے تعلقات منقطع ہو جائیں۔ لیکن الگ اس ثالثی بورڈ کی کوششیں ناکام رہیں اور

تیسرا خط

دہ اس پتھے پہنچیں کہ ان کی باہمی رفاقت ممکن نہیں تو وہ اپنی روپی ط عدالت کے سامنے پیش کر دیں گے۔ اور اگر اپنی کو آخری فیصلہ کا اختیار ہو گا تو خود ہی فیصلہ کر دیں گے، اس طرح یہ معاهدہ فسخ ہو گا۔

یہاں پہنچکر تم پوچھو گی کہ الگ قرآن کی روشنی سے طلاق اس طرح ہوتی ہے تو یہ جو ہمارے ہاں ہو رہا ہے کہ کسی دن ہندیا میں تک زیادہ پڑھانے پر میاں کو ماؤ آگیا اور اس نے کہہ دیا "طلاق، طلاق، طلاق" تو یہ یہ بیچاری روئی دھونی ماں باپ کے ٹھہر جا بیٹھی تو یہ کیا ہے؟

یا یہ کہ میاں بیوی میں سخت نہایت ہے۔ دونوں الگ الگ ہو جانے پر راضی ہیں لیکن میاں نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ اسے نہ طلاق دے گا از گھر بائے گا اور اسی طرح ملاؤ لا کر مارے گا۔ تو یہ کیا ہے؟ یہ وہی مذاق ہے جو دین کے ساتھ ہو رہا ہے، اور کیا ہے؟ اور اس کے سخت جذبہ وہی کافر فرمائے کر مرد عورت پر حاکم ہیں۔ تمام اضیالات اپنی کو حاصل ہیں۔ تو تیس ان کی لونڈیاں ہیں۔ یہ ان پر دار و فہر ہیں جب تک داروغہ صاحب کے پسند خاطر ہوئی عورت کو ٹھہر میں رکھا، جب عصہ آگیا۔ باہر نکال دیا۔ یا اسے ملعون چھوڑ دیا کہ نہ اسے بیوی کی طرح رکھا جاتا ہے، نہ مظلوم کی طرح چھوڑا جاتا ہے۔ ان کو تو اول کے نزدیک خودت کی حیثیت کیا ہے کہ وہ اتنا بھی پوچھ سکے کہ پاہتی دنوب قُتلَتْ۔ اُخُوكس جرم کی پاداش میں مجھے ذبح کیا جا رہا ہے۔

پھر طلاق کے بعد کی ہو گا؟ ان دونوں کو اجازت ہو گی کہ چاہیں تو اپنے لئے اور رفق تلاش کر لیں لیکن اس کے لئے عورت کو تھوڑی سی مدت تک انتظار کرنا ہو گا۔ یہ مدت (چھے عدت کہتے ہیں) عام حالات میں تین ماہ کی ہو گی لیکن اگر وہ حاملہ ہو تو پھر وضع حمل تک انتظار کرنا ہو گا۔ اس دوران میں اس عدّت کے تمام اخراجات کی ذمہ داری اس کے سابقہ شوہر پہنچی۔

عدت کے دوران میں عورت کسی سے نکاح نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر اس مدت میں اس کا سابقہ خائفہ جس نے اسے طلاق دی تھی، اپنے کئے پر پچھپائے تو یہ اس سے دوران عدّت میں نکاح کر سکتا ہے۔ یہ ایک فائی حق ہے جو مردوں کو دیا گیا ہے۔ یعنی مرد کے لئے عدت نہیں اور عورت کے لئے عدت ہے۔ اور اس کی مصلحت واضح ہے، اس کے لئے قرآن نے کہا ہے کہ مرد کا حق فائق ہے۔

عام اصول تو یہ ہے کہ **وَلَهُنَّ مِثْلُ الْذِي عَلِمْنَا بِالْمُعْرُوفِ** جو حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں بالکل میں سے ہی حقوق عورتوں کے مردوں پر ہیں۔ لیکن عدت کے زمانے میں اس کا نہ یہودیوں کی شریعت میں سالن میں تک زیادہ پڑھانے سے بھی "شریعی طلاق" وہی جا سکتی ہے۔

سابقہ شوہر اس سے پھر شادی کر سکتا ہے۔ یہ ہے مرد کا زائد حق۔ وَلِلّٰهِ جَاءَ عَلَيْهِنَّ دَرْجَةً دُبَيْلٰ، اگر زمانہ عقدت میں یا اس کے بعد، ان دونوں نے باہمی رضا مندی سے پھر شستہ نکاح استوار کر لیا تو ان کی ازدواجی زندگی پھر شروع ہو جائیگی۔ اگر اس کے بعد پھر کبھی کشیدگی کی صورت پیدا ہو جائے اور نوبت پھر طلاق تک پہنچ جائے تو اس مرتبہ بھی، عقدت کے دوران میں یا عقدت کے بعد، انہیں معاہدة نکاح کی تجدید کا موقع رہے گا۔ (کیونکہ

میں طلاق کا مفہوم

یہ دوسری مرتبہ کی طلاق ہتھی) لیکن اگر اس کے بعد تیسرا مرتبہ بھی طلاق تک پہنچ گئی تو (یہ تیسرا طلاق ہو گی، جس کے بعد زمانہ عقدت میں اور نہ ہی اس کے بعد، ان میں باہمی نکاح ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ زندگی کی کشتی کا کھینا ہے، پھر کا کھیل نہیں! اب یہ عورت کسی اور ہی سے نکاح کر سکتی ہے، پہلے خادند سے نہیں۔ (ہاں اگر کبھی ایسا ہو کہ یہ دوسرا خادند سے طلاق دیتے یا یہ بوجہ ہو جائے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ پہلے خادند سے ازبرنو نکاح کیے)

جیسا کہ میں نے اور پر لکھا ہے، طلاق کا فیصلہ انفرادی نہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ جب مرد کا جی چاہا طلاق دے دی۔ یہ ایک معاشری مسئلہ ہے جس کا فیصلہ معاشری نظام (عدالت) کی طرف سے ہو گا۔ اس کے لئے جس طرح مرد کو حق حاصل ہے کہ وہ اخلاقی صورت میں عدالت کی طرف رجوع کرے، اسی طرح عورت کو بھی حق حاصل ہے۔ جس طرح عورت، مرد کو مجبور نہیں کر سکتی کہ وہ اسے اپنے نکاح میں رکھے اسی طرح مرد بھی عورت کو مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اس کے نکاح میں جو کھٹکی رہے۔ نکاح کی غایبت اور بنیادی شرط رفاقت ہے اور رفاقت اور جبر مقصدا و بائیں ہیں۔ جب رفاقت نہ رہے تو نکاح کیے رہ سکتا ہے۔

یہ ہی عزمیہ! قرآن کی رو سے نکاح اور طلاق کے احکام۔ ان پر عنصر کہ اور سوچ کہ ان میں کہیں بھی عورت کے حقوق مردوں سے کم نہ گئے ہیں اور کہیں بھی مردوں کو عورتوں پر حاکم اور وار وغیرہ بنایا گیا ہے؟ اب رہا تمہارا یہ سوال کہ قرآن کی ان تصریحات کے باوجودہ، جو کچھ ہمارے ہاں ہوتا چلا آ رہا ہے وہ کہاں سے آگیا۔ تو اس کا جواب آسان ہے، جیسا سے ہمارا باتی "مذہب" اگیا وہی سے یہ کچھ آگیا۔ ہمارے ہاں "مذہب" کا کون سا گوشنہ ہے جو قرآن کے مطابق ہے؟ جو عالمی زندگی کے باب میں اس قدر حیرت ہو؛ دنیا کی ابتدائی سری (PRIMITIVE SOCIETY) میں بالعموم معاشرہ کا اندمازوہ ہوتا تھا جسے

کہتے ہیں۔ اس میں عورت کی حیثیت خاندان کے حاکم کی ہوئی تھی۔ عروں کی پرانی معاشرت میں بھی معاشرہ کا یہی نظام تھا۔ لیکن ان کے نامیں بائیں جزوی طبی (باز نظری اور ایمانی) نہیں بیسیں تھیں۔ ان میں معاشرہ

کا انداز 'PATRIARCHAL' تھا جس میں حکومت مرد کے پاس رہتی ہے۔ اسلام سے ذریعہ عربوں نے بھی ان تہذیبوں سے متأثر ہونا شروع کر دیا تھا۔ اور ان کے معاشرے میں مرد کی حکومت کے آثار اسلام کی خصوصیت پیدا ہونے لگے تھے۔ اسلام آیاتوں نے نظام معاشرہ کا تصور ہی بدل دیا اس میں نہ حکومت مرد کے لئے تھی نہ عورت کے لئے۔ یہاں دونوں کو مساوی

حیثیت دی گئی تھی اور انہیں سفر زندگی میں دوش پدوش چلایا گیا تھا۔ یہ سچے قرآن کے احکام اس کے بعد جب مسلمانوں میں ملوکیت آئی اور بازار نظری دہا الخصوص ایسا لیں تہذیب ان کی جلوت اور خلوت میں سرپرست کر گئی تو ان کے معاشرہ میں مرد نے حاکم کی حیثیت لے لی۔ یہ وہ دور تھا جب قرآنی اسلام کی جگہ ایک نیا اسلام مرتب ہو رہا تھا اور جو ہمارے ہاں است وقت تک رائج ہے۔ ہماری عالمی زندگی سے متعلق احکام بھی اسی جدید اسلام کے پیدا کردہ ہیں جن کا قرآن سے کچھ تعلق نہیں چونکہ یہ "اسلام" ملوکیت اور پیشوائیت کا تخلیق کر دے ہے اس لئے اس کی مابہ الامتنیاز خصوصیت استبداد ہے۔ متن اور متن دونوں کی دنیا میں استبداد، ایسے استبدادی نظام معاشرہ میں جس میں

ہرگز کو ہبڑہ مخصوص کی تنکاش

عورت کے لئے مقام انسانیت کی نرخ رکھنا خیالی خام ہے۔ اسی استبداد کا یہ نتیجہ ہے کہ آج جس جگہ عورت کو کچھ آزادی ملی ہے، اس نے مرد سے انتقام لینا شروع کر دیا ہے۔ لہذا رفاقت کا تصور نہ ہمارے قدمیں معاشرے میں ہے نہ اس جدید میں۔ نہ وہ قرآنی خطوط پر مشکل نہ ہے۔ ہمارا سارا معاشرہ اس افراط و تغزیل کے جھولے میں جھول رہا ہے۔ اس میں سکون اور قیام کی اس کے سوا کوئی اور مشکل نہیں کر سکتا۔ پرانے، انسانوں کے خود ساختہ معاشرہ کو بھی چھوڑ دیں اور نئی حدود فراموشیوں کو بھی الگ رکھو دیں اور معاشرہ کی بنیاد از مرد فرآن کی حدود پر قائم کر دیں۔ اسی سے وہ جنت مل سکتی ہے جس سے نکلا ہٹا آدم اس طرح مانا ما را پھر رہا ہے۔

اب رہیں ہمارے معاشرہ کی مظلوم عورتوں کی دُکھ بھری داسیں۔ سوتھ نے تو شاید یہ داستان میں اپنے قیاس سے نکھلی ہیں لیکن میرے سامنے اس فہم کے پتے واقعات بسی سے شام تک آتے رہتے ہیں۔ میری حالت تو بیٹھی ایک ڈاکٹر کی سی ہو چکی ہے کہ اس کے پاس جو آتا ہے ردتا ہو آتا ہے۔ ڈاکٹر تو شاید